حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام
کی بے مثال محبت کی لازوال داستان

فلسفہ قربانی

By:
Hafiza Mehak batool

ادارہ نجم الہدیٰ للبنات جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ
پٹھان والا جھنگ روڈ فیصل آباد فون : 0300 6661755

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم امابعد
فاعوذبالله من الشیطن الرجیم
بسم الله الرحمن الرحیم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سب سے پہلے جس عورت نے اپنی کمر کے ساتھ پٹکا باندھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی امی جان تھیں۔ انہوں نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تا کہ حضرت سارہ ـَ ، لئے قدموں کے نشانات مٹا سکیں، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو اور ان کے شیر خوار بیٹے کو لے کر مسجد حرام کے بالائی حصے میں زمزم شریف کے اوپر اگے ہوئے گھنے درخت کے پاس آئے، اس وقت وہاں پانی نہیں تھا اور نہ ہی وہاں کوئی آباد تھا، دونوں کو وہاں اتارا اور ان کے قریب پانی کا مشکیزہ اور توشہ داں رکھ دیا، جس میں کھجوریں تھیں۔ پھر آپ واپس مڑے تو حضرت اسماعیل کی والدہ علیہ السلام پیچھے بھاگیں اور کہا۔ اے ابراہیم علیہ السلام آپ ہمیں اس بے آب وگیاہ سنسان وادی میں کہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں، جہاں کوئی ہم نشین وحرم ساز نہیں۔ انہوں نے بار بار یہ جملہ دہرایا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی توجہ نہ دی۔ آخر وہ کچھ سوچ کر بولیں۔ کیا یہ اللہ کریم نے آپ کو حکم دیا ہے۔ فرمایا ہاں۔ بولیں تب وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

حدیث پاک کا پس منظر

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہاران کی بیٹی تھیں۔ اس رشتے سے وہ ان کی چچا زاد بہن بھی تھیں۔ قدرت نے انہیں ظاہری حسن اور باطنی کمال کے حوالے سے بے مثال بنایا تھا۔ یہ ان خواتین میں سے تھیں جن کے جمال صورت سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور کمال باطن اور طہارت نفس کا یہ عالم تھا کہ ان میں وہ اوصاف خاصہ موجود تھے جو ایک نبی کے لئے ضروری ہیں۔ اگر عورتیں نبی بن سکتیں تو وہ بھی ہوتیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے نکاح فرمالیا یہ اس دور کی بات ہے جب بابل پر نمرود کی حکومت تھی، جو خدائی کا دعویدار تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی جھوٹی خدائی کو چیلنج کیا اور ان کے بتوں کی ڈرگت بنائی تو اس نے آپ علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا۔ اللہ قادر وکریم نے آگ کو گلزار بنا دیا۔ جب آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ تبلیغ واشاعت دین کے لئے یہاں کے حالات سازگار نہیں، تو آپ نے مصر جانے کا فیصلہ کرلیا، چنانچہ اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام اور اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مصر روانہ ہو گئے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا

مصر کا حکمران ایک بدکردار شخص تھا۔ جب اسے پتہ چلا کہ کچھ لوگ بابل سے مصر آئے ہیں اور ان کے ہمراہ ایک حسین عورت بھی ہے تو اس نے اپنے کارندوں کے ذریعے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنے محل میں بلالیا۔ وہ آپ کو دیکھ کر مبہوت ہو گیا۔ حرم نبوی کی نسبت نیت میں فتور آتے ہی بادشاہ کے اعضاء میں تشنج پیدا ہو گیا اور گر پڑا بولا، اے پاکباز خاتون! میری خطا معاف فرما، مجھے ٹھیک کر دے، میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی، وہ ٹھیک ہو گیا، مگر اس کی نیت پھر خراب ہو گئی۔ اس لمحے اس پر دوبارہ دورہ پڑ گیا، وہ ڈر گیا

اور اپنے کارندوں سے بولا/تم میرے پاس کوئی غیر انسانی مخلوق لائے ہو' اسے لے جاؤ' ساتھ ہی اس نے حضرت سارہ کو خدمت کے لئے ایک نوجوان کنیز دی اس خوش بخت خاتون کا نام ہاجرہ تھا۔ آپ حضرت حاجرہ کو ساتھ لے کر خوش وخرم لوٹ آئیں اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بتایا۔ ردالله کید الکافر فی نحره واخدم هاجرة (صحیح بخاری) اللہ تعالیٰ نے کافر کا کرتوت اسی کے سینے پر دے مارا ہے اور خدمت کے لئے ہاجرہ دے دی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث بیان کی تو سامنے بیٹھے ہوئے عرب باشندوں سے فرمایا۔ فتلك امكم یابنی ماء السماء اے آسمان کے پانی کے بیٹو یہی وہ خاتون ہے جسے تمہاری ماں ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المقدس آ کر آباد ہو گئے۔ بیس سال گزر گئے مگر آپ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ایک دن حضرت سارہ نے آپ سے کہا۔ ہم لوگ اولاد سے محروم ہیں۔ کب تک اسی طرح رہیں گے' میں اپنی کنیز حاجرہ آپ کو ہبہ کرتی ہوں' ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اولاد سے نواز دے اور پھر واقعی اللہ قادر وکریم نے نواز دیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

ایک روز حضرت سارہ رضی اللہ عنہا گھر کی دہلیز پر کھڑی تھیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس چار فرشتے آئے اور بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ حضرت سارہ کو ایک فرزند ارجمند عطا فرمائیں گے' جس کا نام اسحاق ہوگا اور پھر اسحاق جوان ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو یعقوب عطا کرے گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حیرت وسراسیمگی کے عالم میں چیخ پڑیں' کیا کہہ رہے ہو؟ ہم دونوں بوڑھے ہو چکے ہیں۔ فرشتوں نے عرض کی۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے' یہ ہو کر ہی رہے گا اور پھر واقعی یہ سب کچھ ہو گیا سیدنا اسحاق علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لے آئے۔

رقابت اور جلاوطنی

بچے کی ماں ہونا عورت کے لئے بڑا اعزاز ہے۔ حضرت ہاجرہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نرینہ اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں بن چکی تھیں۔ اس لئے کنیز اور خادمہ سے بڑھ کر اب ان میں ماں ہونے کا جذبہ تفاخر پیدا ہو گیا تھا۔ جسے ایک روز حضرت سارہ نے بڑی شدت سے محسوس کیا۔ (یہ جو سوکن ہونے کے حوالے سے جذبہ رقابت ہے اس پر کسی عورت کو قابو نہیں)۔ حضرت سارہ کا بھی یہ جذبہ بیدار ہو گیا۔ آپ قابو سے باہر ہو گئیں اور غصے کی حالت میں قسم کھالی کہ ہاجرہ کو سخت سزا دیں گی۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو بہت پریشان ہوئیں کہ قسم کو کیسے پورا کریں۔ (فتح الباری ٦:٤٠٠)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ترکیب بتائی کہ تم ان کے کان چھید ڈالو' اس سے تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔ ایک روز دونوں بچے آپس میں کھیل رہے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیارے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گود میں اور جناب اسحاق کو پہلو میں اٹھالیا۔ اس منظر نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو پھر غضب ناک کر دیا'

آپ کا جذبہ رقابت بیدار ہو گیا' غصے سے بولیں' اب اس گھر میں ماں بیٹے کے لئے کوئی جگہ نہیں' آپ ان دونوں کو فوراً کسی اور جگہ چھوڑ کر آئیں' میں انہیں مزید برداشت نہیں کرسکتی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے' حضرت سارہ دل کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ ادھر قدرت دراصل کعبۃ اللہ کو نبی اسماعیل علیہ السلام سے آباد کرنے کا اہتمام کر رہی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی یہی حکم ہوا کہ جبرئیل کی معیت میں ماں بیٹے کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ کر آؤ۔ جہاں ہمارا گھر ہے' چنانچہ آپ علیہ السلام نے دونوں کو لیا اور تعمیل حکم کے لئے بیت اللہ شریف کی طرف روانہ ہو گئے جو اس وقت فقط ایک ٹیلے کی شکل میں تھا' گردو پیش پہاڑیاں تھیں اور قریب ہی ایک بہت بڑا درخت اگا ہوا تھا۔

وادی غیر ذی زرع میں تین قدسی نفوس

ایک وادی' بے آب و گیاہ اور سنسان' جس میں دور دور تک سبزہ و گل' برگ و ثمر اور پانی کا نشان تک نہ تھا' گویا اس کا نام وادی تھا' باقی وہ ایک تپتا ہوا ریگستان' گرم تنور اور ہیبت ناک صحرا تھی' جس میں صبح کے وقت سورج طلوع ہوتا تو ریت کے ذرات انگاروں کا روپ دھار لیتے اور صحرا میں آتش سیال بن کر بہنے لگتے۔ یہاں سکوت اور دہشت کی حکمرانی تھی' چپے چپے سے رعب و جلال ٹپکتا تھا پھر بھی اس میں دل مضطرب اور طبع بے قرار کیلئے تسکین و طمانیت کی دولت تھی' ہر طرف چھائے ہوئے سکوت اور سناٹے میں بھی ایک گونہ قرار و اطمینان تھا' یہاں کی منور فضا کا انجانا تقدس از خود دل و دماغ پر طاری ہو جاتا تھا' گویا کوئی خاص بات تھی جو اسے یہ انفرادیت اور زبان کشش بخش رہی تھی۔

اسی رنگ و نور اور کیف و مستی کے عالم میں تین قدسی' خراماں خراماں اس وادی قدس میں چلے آ رہے ہیں' شیر خوار ننھا اسماعیل علیہ السلام اپنی ناہید طلعت والدہ سیدہ ہاجرہ کی گود میں ہے' آگے آگے اللہ کے خلیل اور اس کے سچے دوست سیدنا ابراہیم علیہ السلام بڑی بے نیازی کے عالم میں کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے قدم بڑھا رہے ہیں۔ ان کی اہلیہ چاہتی ہیں کہ اپنے عظیم خاوند سے گفتگو کریں اور ان سے پوچھیں ملک شام سے یہاں تک اتنا لمبا سفر کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اور یہ سفر اتنی خاموشی اور بے نیازی سے کیوں کیا جا رہا ہے؟ مگر ان کی ہمت نہیں پڑتی' البتہ بڑی ثابت قدمی اور جرات کے ساتھ اپنے خاوند کا ساتھ دے رہی ہیں اور برابر قدم بڑھائے جا رہی ہیں۔ ہمیں ابھی اور کتنا سفر طے کرنا ہے؟ آخر انہوں نے پوچھ ہی لیا حسب سابق اس دفعہ بھی جواب نہ ملا۔

کچھ دور جا کر انہوں نے یہی سوال دہرایا مگر اس بار بھی جواب نہ پایا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام خاموشی سے چلتے رہے۔ اس مقدس جگہ پہنچ کر جہاں آج اللہ تعالیٰ کا بابرکت گھر ہے اور ایمان والے اس کی زیارت کے لئے دنیا کے گوشے گوشے سے کھنچے چلے آتے ہیں' وہاں جناب خلیل علیہ السلام نے اپنے قدم مبارک روک لئے' پانی کی ایک چھاگل' کھجوریں اور چند چیزیں وہاں رکھیں اور اپنے اہل خانہ کو اللہ کے سپرد کر کے خاموشی سے واپس ہو گئے' اپنے عزیز بچے اور بیوی کو ایک نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھا۔ یہ سلوک سیدہ ہاجرہ کے لئے بڑا عجیب اور انوکھا تھا' وہ اس سے کچھ بھی اخذ نہ کرسکیں اور پوچھ ہی بیٹھیں۔ آپ ہمیں یہاں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں؟

انہیں اس نازک وقت میں بھی کوئی جواب نہ ملا' اس گھڑی کی نزاکت کا اس تصور سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سنسان اور خالی وادی میں زندگی کا ساتھی کوئی بات کیئے بغیر غیر معینہ مدت کے لئے چھوڑے جا رہا تھا' خاتون کو اپنی ناتوانی اور بچے کی حالت کا پوری طرح احساس تھا' اس عالم میں ان پر بے چینی اور پریشانی کی کیفیت طاری ہو جانا فطری بات تھی مگر اس مزاج شناس نبوت کے ذہن میں اچانک ایک خیال بجلی کی طرح کوند گیا' وہ سمجھ گئیں یہ نرالا سلوک اور یہ انداز بے التفاتی معنی خیز ہے اس لئے بولیں' ''آپ ہمیں یہاں چھوڑے جا رہے ہیں' کیا یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے؟'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے صرف اشارے سے ہاں کہہ دیا اور سیدہ ہاجرہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئیں کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو وہ ہمیں ایسے بے برگ و بار میدان میں بھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو وہ بچے کی طرف متوجہ ہوئیں' انہیں خیال آیا اس ہولناک ویرانے اور سونے ریگستان میں کھانے کی دو چیزیں قطعی ناکافی ہیں جو انہیں دی گئی ہیں' ان پر زیادہ دیر تک گزارا نہیں کیا جا سکتا' مگر یہ سوچ کر ان کی ڈھارس بندھی کہ انہیں جس ذات کی سپرد کیا گیا ہے اور جس کے اشارے اور حکم پر انہیں اس جگہ یکہ و تنہا چھوڑا گیا ہے' وہ کارساز ہے اس بے کسی میں بھی کوئی صورت پیدا فرما دے گا اور غریب الوطن ماں بچے کو بے سہارا نہیں چھوڑے گا۔

جب چھاگل کا پانی ختم ہو گیا تو انہیں پانی کی فکر دامن گیر ہوئی' پیاس کی حالت میں عرب کے ریگزاروں پر چند لمحے گزارنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا' وہ بچے کی ضرورت کے پیش نظر بے قرار ہو کر اٹھیں اور قریب کی پہاڑی پر چڑھ گئیں تاکہ ادھر ادھر دور و نزدیک پانی کی موجودگی کا اندازہ لگائیں' مگر چوٹی پر چڑھ کر مایوسی و ناامیدی کے حاصل نہیں ہو۔ بچے کا خیال آتے ہی نیچے کی طرف کود پڑیں' تقریبا دوڑتے ہوئے بچے تک پہنچیں اور اسے ہانپتا دیکھ کر پھر دوڑ پڑیں اور دوسری پہاڑی پر چڑھ گئیں اور پہنچ کر دیکھا' یہاں سے بھی پانی کے آثار کہیں نظر نہ آئے ادھر ادھر نظریں دوڑا کر بچے کا خیال آتے ہی پھر نیچے کی طرف دوڑ پڑیں اسی بے قراری اور وارفتگی کے عالم میں دوڑ دوڑ کر انہوں نے صفا اور مروہ دونوں پہاڑوں کے سات چکر لگائے' آخری بار جب وہ بڑی حسرت و مایوسی اور افسردگی سے ماتا کا ٹھاٹھیں مارتا پیار سینے میں دبائے دور افق پر نظریں دوڑا رہی تھیں۔ اچانک انہوں نے ایک آواز سنی' وہ ہمہ تن گوش ہو گئیں آواز پھر آئی۔ آپ بولیں ''اغث ان کان عندك خير'' (بخاری شریف) اگر تمہارے پاس کوئی خیر و برکت ہے تو مدد کے لئے کھل کر سامنے آؤ۔

فنادها جبريل فقال' من انت؟ قالت' انا هاجر ام ولد ابراهيم قال' فانى من وكلكما؟ قالت' الى الله قال' وكلكما الى كاف۔ (فتح الباری)

پس ان کو جبریل امین نے ندا دی: آپ کون ہیں؟ جواب دیا: میں ابراہیم علیہ السلام کے بچے کی ماں هاجرہ ہوں۔ جبریل بولے: تمہیں انہوں نے کس کے سپرد کیا ہے؟ بولیں اللہ کے سپرد کیا ہے۔ جبریل نے کہا: تمہیں اس کے سپرد کیا ہے جو (مدد کے لئے) کافی ہے۔ پھر جناب جبریل علیہ السلام ظاہر ہوئے اور اسماعیل علیہ السلام کی مبارک ایڑیوں سے چشمہ زمزم جاری کر دیا' ماں نے جب پانی کی شکل دیکھی تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور اس کے گرد منڈیر بنا دی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں جان کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: یرحم اللہ ام اسماعیل لولا ایھا عجلت لکان زمزم عینا معینا (صحیح بخاری) اللہ تعالیٰ اسماعیل کی والدہ پر رحم فرمائے اگر وہ جلد بازی نہ کرتیں تو زمزم ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ فقال لھا الملک لا تخافی الضیعہ فان ھھتابیت اللہ یبنی ھذا الغلام وابوہ وان اللہ لا یضیع اھلہ۔ (صحیح بخاری) حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ سے کہا آپ یہ اندیشہ نہ کریں کہ اس جگہ ہلاک ہو جائیں گی کیونکہ یہاں اللہ کا گھر ہے اور یہ مقدر کر دیا گیا کہ یہ بچہ اور اس کا باپ یہ گھر تعمیر کریں گے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اہل کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ محترم قارئین کرام اختصار کے پیش نظر اب قربانی کا فلسفہ قرآن کریم کے حوالہ سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔ انا اعطینک الکوثر۔ فصل لربک وانحر۔ ان شانئک ھو الابتر۔ اے پیارے محبوب ﷺ بے شک ہم نے آپ کو دنیا اور آخرت کی بے شمار نعمتیں اور رحمتیں عطا کیں ہیں آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔ بے شک آپ کا دشمن بے نام ونشان ہوگا۔

لفظ کوثر کا معنی ومفہوم

کوثر کے لفظ کا عام طور پر معنی جنت کی ایک نہر کیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے بھی ایک جامع معنی یہ ہے کہ کوثر کثیر سے فوعل کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی زیادتی کے ہیں۔ پس کوثر کا معنی ہے اتنی زیادتی جس کی نہ کوئی حد ہو اور نہ جس کو شمار کیا جا سکے۔ کوثر سے مراد دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں، رحمتیں اور تمام ہدایات ہیں۔ خواہ وہ علم کی کثرت کی صورت میں ہوں، خواہ وہ حسن وجمال کی کثرت کی صورت میں ہوں یا مراتب ومدارج کی کثرت کی صورت میں ہوں۔ خواہ امت کی کثرت کے اعتبار سے ہوں علی ھذ القیاس۔ کوثر کے لفظ کو مطلق رکھا ہے۔ اس پر کسی قسم کی شرط یا قید نہیں لگائی اور نہ ہی کوئی تخصیص وارد کی ہے کہ زیادتی لفظ فلاں نعمت کی ہے بلکہ ارشاد فرمایا کہ ازل سے ابد تک جتنی نعمتیں بھی ہم اپنے بندوں پر کرتے ہیں جس جس قسم کی رحمت عطا کرتے ہیں اور جس قسم کا درجہ اور رتبہ عطا کرتے ہیں اگر ان نعمتوں کی تمام اقسام کو جمع کر لیا جائے اور رحمتوں کے تمام سلسلوں کو جمع کر لیا جائے تو اے پیارے محبوب ﷺ جتنی بھی نعمتوں کے خزانے آپ کو عطا کر دیئے ہیں ان کی نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی شمار۔ اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو اس قدر نعمتیں عطا فرما دی ہیں کہ کوئی انسان اپنی ذہنی وسعتوں کے باوجود ان کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ لہذا تو بھی اس انداز سے شکر ادا کر کہ میری ہر نعمت کا شکر ادا ہو جائے۔

حمد اور شکر میں فرق

حمد بھی تعریف کو کہتے ہیں شکر بھی تعریف کو کہتے ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ حمد کسی کے ذاتی اوصاف اور کمالات کی تعریف کو کہتے ہیں۔ کوئی شخص حسین ہے، طاقتور ہے، بڑا سخی اور جواد ہے تو اس کی ذاتی خوبیوں کی تعریف کو حمد کہتے ہیں۔ گویا شکر ایسی تعریف ہے جو کسی کے احسان اور انعام کے بدلے میں کی جائے اور حمد ایسی تعریف ہے جس کے لئے احسان کا پایا جانا ضروری نہیں۔ ہر شخص کسی کی ذاتی خوبی اور حسن وجمال کی تعریف کر سکتا ہے۔

اس طرح حمد ایک ایسی تعریف ہے جس کا اظہار صرف زبان سے ہوتا ہے۔ اگر زبان خاموش رہے تو حمد وجود میں نہیں آتی اور شکر وہ تعریف ہے جو تین ذرائع سے ادا ہو سکتی ہے۔ کبھی وہ زبان سے ادا ہوتی ہے۔ اس کو شکر باللسان کہتے ہیں۔ کبھی دل سے ادا ہوتی ہے۔ اس کو شکر بالجنان کہتے ہیں اور کبھی اعضاء سے ادا ہوتی ہے اس کو شکر بالارکان کہتے ہیں۔ اس طرح شکر اپنے وجود میں اتنا وسیع ہے کہ حمد اس کا ایک گوشہ بن جاتا ہے۔ اس صورت میں زبان بھی شکر کے جذبات سے لبریز ہوتی ہے' دل بھی شکر سے معمور ہوتا ہے اور پورے کا پورا جسم شکر کا پیکر اتم بن جاتا ہے لہذا نعمت جتنی عظیم ہوگی' لطف و کرم جتنا وسیع ہوگا شکر بھی اتنا وسیع ہوگا کیونکہ شکر کا تعین نعمت اور احسان سے ہوتا ہے۔

شکر کے حکم پر احسان کو مقدم کرنے کا فیصلہ

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کہ رحمت کائنات ﷺ کی وساطت سے اس امت کو شکر بجالانے کا حکم فرمایا' پہلے اپنے انعام واکرام اور احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ میرے لطف و کرم اور میرے انعامات و احسانات کی کوئی حد ہی نہیں۔ انا اعطینك الكوثر اے پیارے محبوب ﷺ ہم نے تجھ پر اور تیری وساطت سے امت پر لطف و کرم کی انتہا کر دی ہے۔ کوئی مانگے تو مانگنے والے کو بھی دیتے ہیں' کوئی ہم پر ایمان لائے تو اس کو بھی دیتے ہیں اور اگر کوئی ہم سے کفر کرے تو اس کو بھی نوازتے ہیں۔ لہذا اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم اور تمہاری امت ہماری عنایات کے احساس سے سرشار ہو کر سراپا شکر بن جاؤ اور ہم خود بتلاتے ہیں کہ ہماری نعمتوں پر شکر بجالانے کا طریقہ کیا ہے۔

شکر بجالانے کا طریقہ

فصل لربك وانحر اے پیارے محبوب ﷺ اپنے رب کی خاطر نماز پڑھو اور قربانی دو۔ یعنی یہ دو طریقے ہیں ہماری نعمتوں کے شکر بجالانے کے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ قادر و کریم نے نماز کے حکم کے علاوہ باقی ساری عبادتوں کے ذکر ترک کر دیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالانے کی باری آتی ہے۔ گویا نماز اور قربانی دو ایسے اعمال ہیں کہ اللہ کا شکر بجالانے کے لئے ان سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔

عیدین اور فلسفہ شکر

اللہ تعالیٰ نے عیدین میں نماز اور قربانی دونوں کو جمع کر دیا ہے۔ عید الفطر کے لئے قربانی صدقہ فطر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے انسان تیرا اس طرح شکر بجالانا میں قبول نہیں کرتا کہ تیری جبین نیاز میری بارگاہ میں جھک جائے مگر تیری قربانی سے میرے حاجت مند بندوں کو فائدہ نہ پہنچے تو پڑھنے کے لئے آ' مگر نماز عید سے پہلے اپنے مال کا کچھ حصہ میری رضا کی خاطر میرے غریب بندوں پر قربان کر کے آ۔

عید الاضحیٰ کے لئے جانوروں کی قربانی نماز عید کے بعد لازمی ہے اس طرح دونوں عیدیں اپنے اندر نماز اور قربانی کو جمع کئے ہوئے ہیں۔ عید "عود" سے ہے جس کے معنی ہیں لوٹ آنا اور اس کو عید اس لئے کہتے ہیں کہ جب بندہ اللہ کی نماز ادا کرتا ہے اور اللہ کی رضا کی خاطر قربانی کرتا ہے تو نماز اور قربانی سے اللہ کی ذات اتنی خوش ہوتی

ہے کہ وہ بندے کی خوشیاں لوٹا دیتی ہے اور خدا کی ذات رحمت اور مغفرت کے ساتھ بندے کی طرف لوٹ آتی ہے اس طرح عید خوشیوں کے لوٹ آنے کا موقع ہے۔

عید الاضحیٰ کا پس منظر

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جو کہ جد الانبیاء تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے عالمگیر نبوت کی نعمت سے سرفراز فرمایا اور اس نعمت کے شکرانے کے طور پر ان کو پہلے بہت سی آزمائشوں میں مبتلا کیا۔ جن میں سے چند ایک کا ذکر درج ذیل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی آزمائش

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا اے ابراہیم علیہ السلام تو آتش نمرود میں داخل ہو جا ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اگر ہماری رضا اور ہماری نعمتوں کے شکر بجالانے کی خاطر اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے تو کیا تو دیتا ہے یا نہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر آتش نمرود میں کود پڑے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو ان کے جسم کو جلانا مقصود نہ تھا بلکہ ان کی نیت اور عزم و استقلال کا امتحان لینا مقصود تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں اترے تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا۔ یانار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم اے آگ تو ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی ہو جا۔ یعنی اے آگ ہم ابراہیم علیہ السلام کے جسم کو جلانا نہیں چاہتے۔ ہم تو فقط ان کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ جب انہوں نے ہماری رضا کی خاطر جان کو قربان کر دیا تو اگرچہ تیرا کام جلانا ہے مگر تو اپنے اصول کو بدل دے اور ان کو وہ سکون و آرام مہیا کر جو جنت میں میسر ہوتا ہے۔ تو ٹھنڈی ہو جا مگر ایسی ٹھنڈی کہ جو ان کو سلامتی تو دے مگر تکلیف نہ ہو اس طرح آپ علیہ السلام اس امتحان میں کامیاب ہو گئے۔

دوسری آزمائش

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عمر کے آخری حصے میں ایک پیارا بیٹا حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا کیا۔ آپ اس کو جان سے بھی عزیز رکھتے تھے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے ابراہیم علیہ السلام اب تو اپنی بیوی اور بیٹے کو گھر سے نکال دے اور شہر سے دور جنگل اور بیاباں میں چھوڑ آ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اس امتحان میں بھی کامیاب ہو گئے۔

تیسری آزمائش

اللہ تعالیٰ نے ایک بار چاہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایک اور امتحان لیا جائے اور یہ امتحان اپنی آزمائش کے اعتبار سے نقطہ کمال پر تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں وحی ہوئی کہ آپ اپنے بیٹے کو قربان کر دیں۔ (نبی کو جو خواب آتا ہے وہ بھی وحی ہوتا ہے)۔ آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا یٰبنی انی اری فی المنام انی اذبحك فانظر ماذا تری اے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہا ہوں اب تو بتا تیری کیا رائے ہے۔

تسلیم و رضا کا پیکر

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جب والد کا فرمان سنا تو عرض کرنے لگے۔ یاابت افعل ماتومر ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین اے اباجان! آپ کو جو حکم ہوا ہے کر گزریئے انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ اللہ نے اس صاحبزادے کو فہم و شعور کی وہ منزل عطا کی تھی کہ عرض کرنے لگے۔ اباجان! جو حکم آپ کو اللہ کریم نے دیا ہے وہ پورا کیجئے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ہاں آپ مجھے ذبح کیجئے۔ ذبح تو کرنا تھا مگر اس ذبح کے ساتھ حکم الٰہی کی تعمیل کی طرف توجہ دلائی کہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں میں ایک تو کیا میری دو جانیں بھی ہوں تو قربان کر دوں اور پھر اس حکم کی تعمیل کے دوران مبادا انسانی اور بشری تقاضوں کی بنا پر شفقت پدری غالب آ جائے اور بیٹے کی گردن پر چھری چلتے چلتے ہاتھ لرز جائیں۔ اس لئے بحیثیت بیٹا عرض کیا۔ ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین یعنی آپ خدا کے حکم کی تعمیل کریں آپ مجھے اللہ کے فضل سے صبر کرنے والا پائیں گے۔ جب ذبح ہونے والا صبر کا مظاہرہ کرے گا تو لامحالا ذبح کرنے والا بھی صبر کا مظاہرہ کر رہا ہوگا۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو لے کر چل پڑے۔ منیٰ کے مقام پر بیٹے کو لٹا دیا اور چھری بیٹے کی گردن پر رکھ دی، بس یہی وہ لمحہ تھا جب اللہ کریم کی ذات حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمائش اور امتحان کے نقطے پر ثابت قدم دیکھنا چاہتی تھی۔ بیٹا لیٹ گیا اور بیٹے کے جسم میں کوئی جھرجھری پیدا نہ ہوئی اور باپ نے چھری چلا دی مگر شفقت پدری غالب نہ آ سکی۔ خدا کی ذات اور قدسیان فلک باپ کو خدا کی رضا کی خاطر بیٹا قربان کرتا دیکھ رہے تھے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا۔ قد صدقت الرویا تحقیق تو نے خواب سچ کر دکھایا یعنی اے ابراہیم علیہ السلام اب چھری ہٹا دے۔ تو نے اپنے خواب کا حکم سچا کر دکھایا ہم تیرے بیٹے کا ذبح ہونا نہیں چاہتے تھے ہم اس لمحے تیرا ثابت قدم رہنا دیکھنا چاہتے تھے۔ جنت سے ایک مینڈھا آ گیا اور قربان ہو گیا اور فرمایا فدینہ ذبح عظیم اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے بدلے میں دے کر اسے بچا لیا۔ ہم نے اس مینڈھے کی قربانی اس درجہ میں قبول کر لی گویا کہ آپ نے اپنے بیٹے کو قربان کیا۔ اس لئے کہ قربانی تو چھری چلا دینے کا نام تھا۔ جب آپ نے چھری چلا دی تو چاہے ذبح اسماعیل ہوتا یا مینڈھا تو نے تو قربان کر دیا اور ہم نے قبول کر لیا۔ وترکنا علیھم فی الاخرین اور ہم نے اس کو پچھلوں میں باقی رکھا۔

اے ابراہیم! (علیہ السلام) آج تو نے اپنی اس آخری عمر میں ملنے والے بیٹے کو اللہ کی رضا کی خاطر قربان کر کے ایک ایسی عظیم مثال قائم کر دی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اللہ کریم کی رضا کی خاطر تیرے اس ایثار کو آئندہ آنے والی امت اسلامیہ کے اندر ایک عظیم اسلامی شعار کے طور پر قائم رکھیں۔ ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اس قربانی کی رسم کو دین کا حصہ بنانے کے لئے ہم اس محبوب ﷺ کو منتخب فرمائیں گے جو ہر نبی سے عظیم ہے، اور اس امت کو منتخب فرمائیں گے جو ساری امم سے عظیم ہے اور ہم اس امت کو یہ حکم دیں گے کہ وہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس یاد کو ہر دس ذی الحجہ کو قیامت تک تازہ کرتے رہیں۔ اللہ قادر و کریم کو علم تھا کہ یہ بندے قربانی کے اس

نقطہ کمال پر پورے اترنے والے نہیں یہ تو وقت کی قربانی بھی نہیں دے سکتے۔ مال و دولت کی قربانی دینے میں ہر شخص پورا نہیں اترتا چہ جائیکہ اولاد کی قربانی دے۔ فرمایا اے امت مصطفوی (ﷺ) تم دس ذی الحجہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور میرے محبوب ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے بکرا یا کوئی اور حلال جانور ذبح کرو۔ اللہ قادر و کریم تمہیں اپنی جان کی قربانی کا ثواب عطا فرمائے گی۔ اس لئے ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں کو اللہ تعالیٰ نے ثواب کے اعتبار سے جہاد سے بھی زیادہ افضل قرار دیا ہے۔ کیونکہ جہاد بھی اللہ کریم کی راہ میں جان قربان کرنے کے لئے ہوتا ہے اور قربانی بھی جان قربان کرنے کا بدلہ اور فدیہ ہے۔ لہٰذا اس کا اجر بھی اسی طرح ہوگا جس طرح جان قربان کرنے کا ہوتا ہے۔ جس طرح نماز کا اجر ملتا ہے یعنی نمازیں ہم پانچ پڑھتے مگر شب معراج کے حکم کے مطابق اللہ کریم پانچ نمازوں کی جگہ پچاس نمازوں کا اجر عطا فرماتے ہیں۔

دس ذی الحجہ کی قربانی اور محبوب دو جہاں ﷺ کا معمول

رحمت دو جہاں ﷺ نے اپنی زندگی میں دس ذی الحجہ کی قربانی کا بلاناغہ معمول رکھا بلکہ کوئی دفعہ ایسا کرتے کہ ریوڑ کا ریوڑ لیتے اور فرماتے بلال! یہ ریوڑ میرے صحابہ علیہم الرضوان میں تقسیم کر دو تا کہ وہ بھی قربانی کے اجر و ثواب کو پا سکیں محبوب دو جہاں ﷺ اس عمل کا اہتمام نماز عید پڑھانے کے بعد عید گاہ کے قریب سر عام کرتے تا کہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ قربانی دینا ایسا فعل نہیں ہے کہ جس کا جی چاہے کرے اور جس کا جی چاہے نہ کرے بلکہ ہر کوئی دیکھ لے کہ جان کائنات ﷺ عید گاہ کے قریب سر عام قربانی کرتے ہیں۔ اس قربانی کا فلسفہ بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جس فلسفے کی وجہ سے اس کو ایک شعار کے طور پر امت میں قائم رکھا گیا۔ وہ یہ کہ خدا کے ہاں زندگی وہ زندگی ہے جو کامیاب ہو اور موت بھی وہ موت ہے جو کامیاب ہو۔ اللہ فرماتے ہیں قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریك له وبذالك امرت وانا اول المسلمین۔ اے محبوب فرما دیں کہ بے شک میری نماز' میری قربانی' میری زندگی' میری موت اس اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اللہ کریم کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کرنے والا ہوں (الانعام)۔ اس آیت کریمہ کے شروع میں چار لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ صلاتی' نسکی' محیای' مماتی یہ (Repitition) جو تفسیر اور تعبیر کا درجہ رکھتی ہے۔ یعنی آپ فرما دیں میری نمازیں اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا گویا نماز کو جینے سے تعبیر کیا اور قربانی کو موت سے تعبیر کیا۔ سمجھایا یہ جا رہا ہے کہ میرا یہ جینا اللہ کریم کی بندگی کا حق ادا کرنا ہے اور میری وہ قربانی جو اللہ کریم کی راہ میں جان دینے کی خواہش ہے وہ بھی اللہ کریم کے لئے ہے' گویا اس جینے کو کامیاب جینا قرار دیا جو اللہ کریم کی بندگی کے ساتھ ہو اور اس مرنے کو کامیاب قرار دیا جو اللہ کریم کی راہ میں جان دینے سے عبارت ہو۔ وہ زندگی جو اللہ کریم کی بندگی سے خالی ہے وہ زندگی نہیں اور وہ موت جو اللہ کریم کی راہ میں نہیں وہ موت ہی نہیں۔ اس لئے فرمایا میری نماز ہی میرا جینا ہے اور میری قربانی ہی میری موت ہے اگر مجھے زندہ رکھے تو اس طرح زندہ رکھ کہ تیری بندگی کا حق ادا کرتا رہوں اور اگر مجھے موت دے تو اس طرح موت دے کہ جان تیری رضا کی خاطر تیری راہ میں

محبت کی لازوال داستان

قربان کروں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے نماز کوشرف زندگی قرار دیا اور قربانی کوشرف موت قرار دیا اور جب قربانی موت کا درجہ لے لیتی ہے تو وہ موت اس لئے موت کہلاتی ہے کہ روح اور جسم کا انقطاع ہو جاتا ہے۔ وگرنہ اگر موت اللہ تعالیٰ کی راہ میں آئے تو وہ موت نہیں اصل زندگی بن جاتی ہے اس لئے ارشاد فرمایا۔ ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء ولٰکن لا تشعرون جولوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ وہ مردہ ہیں (وہ مردہ نہیں) وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (ان کی زندگی) کا شعور نہیں ہے (البقرہ)۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔ بل احیاء عند ربھم یرزقون بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کی طرف سے رزق پاتے ہیں۔ بلکہ فرمایا کہ ان کے پیچھے رہ جانے والوں کی خوشیوں اور غموں کو دیکھتے ہیں۔ اگر ان کے پیچھے رہ جانے والے راحت اور آرام میں ہوں تو شہید جنت میں ان کے آرام سے سکون پاتا ہے اور اگر ان کے پیچھے رہ جانے والے غم میں ہوں تو وہ بھی بے آرام رہتا ہے۔ اس لئے فرمایا جولوگ اپنی جان اللہ کریم کی راہ میں دے دیتے ہیں وہ زندہ ہیں مگر ان کی زندگی کا تمہیں شعور نہیں۔

جس طرح ایک دیا سلائی جل کر راکھ ہو جاتی ہے ظاہر میں دیکھنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ دیا سلائی راکھ ہوگئی ہے، مگر حقیقت میں دیا سلائی سینکڑوں اندھیروں کو روشنی بانٹ جاتی ہے۔

اسی طرح جو شخص اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کرتا ہے اس کی روح اگر چہ قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے مگر اس کی یہ موت موت نہیں کیونکہ اس کی یہ موت ہزاروں کی زندگی سے عبارت ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا۔ فصل لربک وانحر اے پیارے ہماری نعمتوں پر شکر بجالانے کی فقط صورت یہ ہے کہ اگر تو زندہ رہے تو اللہ کریم کی بندگی میں زندہ رہے اگر تجھے موت آئے تو اپنی زندگی اللہ کریم کی راہ میں قربان کر دے تا کہ تیری زندگی بھی میری رضا کے لئے وقف ہو جائے اور تیری موت بھی میری راہ میں قربانی سے عبارت ہو جائے۔

زندگی کا راز قربانی میں ہے

اللہ قادر و کریم نے زندگی اور موت کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ ولکم فی القصاص حیات یااولی الالباب اے اہل عقل قصاص میں ہی تمہارے لئے زندگی ہے (البقرہ)۔ یعنی اے عقل والو! اپنی جان کی بازی لگا دینے اور اللہ کریم کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دینے میں تمہاری زندگی کا راز مضمر ہے۔ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو اللہ کریم کی راہ میں مرنا سیکھو جو قوم اللہ کی راہ میں مرنا نہیں سیکھتی اس کو دنیا میں باعزت طور پر جینے کا کوئی حق نہیں۔ غیر مسلموں کا معاملہ ان کے عقائد اور دنیا میں رہنے کا ذکر مختلف ہے۔ اس لئے دنیا میں ان کا کوئی حساب وکتاب نہیں ہے جبکہ مسلمانوں کو زندگی بسر کرنے کا ایک اصول اور ضابطہ عطا کیا گیا ہے۔ لکل امۃ جعلنا منسکا ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کا راستہ مقرر کر دیا ہے (الحج)۔ اے پیارے محبوب ﷺ آپ اپنی امت کو بھی بتا دیں کہ اے امت محبوب ﷺ اگر تم اس سفر حیات میں غیرت کے ساتھ زندہ رہنا چاہتے ہو تو ہم نے تمہاری عزت قربانی کے ساتھ مشروط کر دی ہے۔ جان کو قربان کرنا سیکھو ہم تمہیں دنیا میں باعزت زندگی عطا کر دیں گے۔ نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی عزت سے سرفراز کریں گے۔ تو جو

تو م اللہ کے لئے مرنا جانتی ہے اللہ قادر وکریم اس کو عزت کی زندگی عطا فرماتا ہے اس لئے ارشاد فرمایا۔ فصل لربك وانحر۔ ان شانئك هو الابتر تم اللہ کے لئے بندگی کرو اور اللہ کریم کی رضا کے لئے قربانی کرو، بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہوگا۔ یعنی جو لوگ قربانی کا یہ عمل کریں گے ہم ان کو ابدی اور دائمی زندگی عطا کریں گے اور جو لوگ ان سے بگاڑیں گے اور ان سے مزاحم ہوں گے وہی لوگ ختم ہو جائیں گے اور دنیا میں ان کا کوئی نام ونشان نہ رہے گا۔

قربانی کا مقصود

بدقسمتی سے ہم نے قربانی کی رسم کو تو اپنایا مگر اس کی اصل روح کو نہ سمجھ سکے۔ دراصل قربانی دس ذی الحجہ کو جانور کی گردن پر چھری چلا کر خون بہا دینے کا نام ہے۔ گوشت تقسیم کرنا یہ بعد کا حکم ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لن ینال اللہ لحومها ولا دمآئها ولكن يناله تقوى منكم اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون اور لیکن تمہارے دلوں کا تقویٰ اس تک پہنچتا ہے (الحج)۔ جان کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ان الله لا ينظر الى اموالكم ولى صوركم ولكن الله ينظر الى قلوبكم وليالكم اللہ کریم تمہارے مال کو دیکھتا ہے اور نہ تمہاری ظاہری صورتوں کو دیکھتا بلکہ اللہ کریم تمہارے دلوں کو اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے (مسند احمد بن حنبل)۔

گویا انسان دس ذی الحجہ کو جانور کی قربانی دے کر ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد تازہ کرتا ہے اور اس دن سے اللہ کریم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ اے اللہ! جس طرح آج حضرت اسماعیل کی قربانی کا فدیہ ادا کر رہا ہوں اسی طرح اس خون کو گواہ بنا کر یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تیرے لئے تیرے محبوب ﷺ کے لئے اور تیرے دین کی سربلندی کے لئے مجھے جان قربان کرنی پڑی تو کبھی بھی دریغ نہیں کروں گا۔ اگر قربانی کے اندر یہ روپ کارفرما نہ ہو تو قربانی مردہ رسم کے سوا کچھ نہیں۔

تصور قربانی اور معاشرتی خرافات

ہمارے معاشرے میں جہالت، کم علمی اور دین سے دوری کے سبب بعض غلط تصورات اور رسومات در آئی ہیں، جن کا ازالہ از حد ضروری ہے۔ پہلا غلط تصور میں یہ رسم پائی جاتی ہے کہ اگر کسی گھر میں مرگ واقع ہو جائے تو اس کے بعد پہلی جو عید قربان آتی ہے اس میں اس کے سوگ میں قربانی نہیں کرتے اس کو مرگ کی تعزیت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ایسا کوئی تصور قرآن وسنت میں نہیں ہے بلکہ ایسا تصور رکھنا قرآن وسنت سے بغاوت کے مترادف ہے۔ موت وحیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور قربانی اللہ کریم کا حکم اور رحمت دوجہاں ﷺ کی سنت ہے اور شریعت میں اس کا درجہ واجب کا ہے۔ اس کا ترک کرنا گناہ ہے اور قیامت کے روز اس شخص کا مواخذہ ہوگا جو قربانی کر سکتا تھا مگر اس نے قربانی نہ کی۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کی استطاعت تھی مگر اس نے قربانی نہ کی تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ بھٹکے (ابن ماجہ)۔ گویا قربانی مقدم ہے۔ فرض اور واجب ہونے کے اعتبار سے اور نماز عید سنت ہے اگرچہ قربانی کا کرنا نماز عید کے

بعد ہے لہٰذا جن لوگوں کے گھر میں اموات ہوئی ہوں وہ ضرور قربانی کریں اس وجہ سے نہ چھوڑیں۔

دوسرا غلط تصور یہ ہے کہ کچھ لوگ پہلے دن قربانی نہیں کرتے۔ رشتے داروں کے ساتھ (Adjustment) کی وجہ سے یا قصاب نہ ملنے کی شکایت کی بناء پر' یا کسی اور وجہ کو سامنے رکھ کر دوسرے یا تیسرے دن قربانی کرتے ہیں۔ قربانی کا اصل دن پہلا دن ہے دوسرے دن اضافی (Extension) ہے تاکہ جو شخص پہلے دن نہ کر سکے وہ دوسرے دن اور پھر تیسرے دن کرے۔ مگر جو فضیلت پہلے دن کو ہے دوسرے دنوں کو حاصل نہیں ہے اور محبوب دو جہاں ﷺ کا معمول بھی پہلے دن قربانی کا تھا۔ آپ ﷺ نماز عید سے فارغ ہونے اور عید گاہ سے نکلنے کے بعد پہلا کام قربانی کرنے کا کرتے۔

تیسرا غلط تصور یہ ہے کہ کچھ لوگ قربانی کا جانور بکرے یا گائے وغیرہ کو پھول پہنا کر سرخ دوپٹے ڈال کر دھوم دھام سے داتا صاحب یا کسی اور مزار پر سلامی کے لئے لے جاتے ہیں اور یہ بات اخبارات میں چھپتی رہتی ہے۔ اس بات کا شریعت میں کوئی جواز نہیں۔ یہ سب غیر اسلامی رسمیں ہیں' قربانی کے جانوروں کا بزرگوں کے مزارارات پر سلامی کے لئے لے جانا کوئی جواز نہیں رکھتا۔ مزارات پر دعا' ایصال ثواب اور حصول برکت کے لئے انسان جاتے ہیں۔ جانوروں کا لے جانا اور خاص طور پر قربانی کے جانوروں کا لے جانا سوائے جہالت اور دین سے دوری کے اور کچھ نہیں۔ ہماری مسجدوں کے (آئمہ اور خطباء) علماء کا یہ فرض بنتا ہے کہ بجائے قصے' کہانیوں' فرقہ واریت اور مسلکی انتشار کے جاہل عوام کو دین کے احکامات سکھایا کریں کیونکہ اگر عوام جہالت کی بنا پر یہ کام کرتی رہی اور آپ نے ان تک دین کی تعلیم اور احکامات نہ پہنچائے تو قیامت کے روز آپ کا مواخذہ ہوگا۔

راحت دو جہاں ﷺ ہر سال دو قربانیاں دیتے تھے۔

حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جان دو جہاں ﷺ دو سینگوں والے گوشت والے بکرے قربانی کرتے/ آپ ﷺ ذبح کرتے اور تکبیر کہتے اور بسم اللہ پڑھتے اور اپنا ایک پاؤں ان کی سطح پر رکھتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بکرہ ذبح کرتے اور فرماتے بسم اللہ اللھم تقبل من محمد وال محمد ومن امۃ محمد اللہ کے نام کے ساتھ اور اے اللہ! یہ محمد ﷺ آل محمد ﷺ اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما (ابوداؤد کتاب الضحایا)۔

یعنی محبوب کریم ﷺ ہر سال دو بکرے قربان کرتے ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے لہٰذا وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے استطاعت دی ہے اور وہ دو قربانیاں کر سکتے ہوں تو ان کو چاہئے کہ وہ ایک قربانی جان کائنات ﷺ کی طرف سے کیا کریں۔ اس میں بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اپنی قربانی کی قبولیت میں تو شک ہو سکتا ہے لیکن محبوب دو جہاں ﷺ کی طرف سے پیش کی جانے والی قربانی اللہ پاک کبھی بھی رد نہیں فرمائے گا اور اس قبولیت کے طفیل دوسری بھی یقیناً شرف قبولیت سے نوازی جائے گی۔

چند ضروری مسائل

عید کے دن سب سے پہلا کام عید کی نماز ادا کرنا ہے۔ اس کے بعد قربانی کی جائے۔ اگر قربانی نماز سے پہلے

کر دی گئی ہو تو قربانی شمار نہیں ہو گی البتہ اس کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔ میرے آقا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ قربانی کے دن خون بہانے سے بڑھ کر کوئی عمل بارگاہ الوہیت میں پسندیدہ نہیں ہے۔ قیامت کے روز یہ (قربانیاں) اپنے سینگوں بالوں اور کھروں کے ساتھ پیش ہوں گی اور قربانی کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے سے قبل اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جاتی ہیں (ابن ماجہ ترمذی)۔

☆ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا۔ اپنی قربانی کی طرف جاؤ اور اسے حاضر کرو۔ بے شک اس کے گرنے والے خون کے پہلے قطرہ سے ہی آپ کی گذشتہ خطائیں معاف کر دی جائیں گی۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ ہم اہل بیت کے لئے ہی خاص ہے یا ہمارے لئے بھی اور دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی ہے۔ فرمایا ہمارے لئے بھی ہے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی (الترغیب والترہیب)۔

☆ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ راحت جاں ﷺ کا فرمان عالیشان ہے۔ جس نے اخلاص اور حصول ثواب کی نیت سے خوشدلی سے قربانی کی اس کے لئے وہ دوزخ سے حجاب بن جائے گی۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس نے طاقت و استطاعت کے باوجود قربانی نہ کی وہ ہماری عیدگاہوں کے قریب نہ آئے۔

☆ قربانی ہر صاحب نصاب، بالغ مالدار اور مقیم پر واجب ہے۔ خواہ مال پر سال نہ گزرا ہو۔ مسافر اور نابالغ بچوں پر قربانی واجب نہیں۔

☆ قربانی کے جانور کی کھال فروخت کر کے اس کی رقم صدقہ کر دی جائے تو جائز ہے۔

☆ عید قربان کے پہلے عشرے کے آتے ہی قربانی کا ارادہ رکھنے والے نہ بال منڈوائیں نہ ترشوائیں اور نہ ناخن کٹوائیں۔ یہ سب کچھ قربانی کرنے کے بعد کریں۔

☆ منع فرمایا گیا ہے اس جانور کی قربانی سے، جس کے سینگ ٹوٹے اور کان کٹے ہوئے ہوں۔

☆ چار جانور قربانی کے لائق نہیں۔ (۱) لنگڑا جس کا لنگ ظاہر ہو اور چل نہ سکے۔ (۲) کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو۔ (۳) بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو۔ (۴) دبلا، جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔

☆ محبوب کریم ﷺ نے حکم دیا ہے جس جانور کو ہم قربان کریں، اس کی آنکھ اور کان کو اچھی طرح دیکھ لیں کہ ان میں کوئی خرابی نہ ہو اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ ہم اس کو ذبح نہ کریں جس کا کان اگلی طرف سے کٹا ہو یا پچھلی طرف سے اور نہ اس کو کہ جس کا کان پھٹا ہو لمبائی میں یا گولائی میں۔

☆ محبوب دوجہاں ﷺ نے فرمایا کہ ذبح کرو مسنہ کو (یعنی اس اونٹ کو جو پانچ برس کا ہو چھٹے سال میں داخل ہو چکا ہو) اگر مسنہ مشکل سے ملتا ہو تو ذبح کرو دنبہ یا بھیڑ کے جذع کو (یعنی ایک سال سے زیادہ عمر والے کو)۔

☆ محبوب کائنات ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جذع یعنی دنبہ یا بھیڑ جو چھ (۶) ماہ سے زیادہ کی ہو، قربانی کے لئے اس طرح کافی ہے جس طرح سال بھر زیادہ کا۔

محبت کی لازوال داستان

☆ راحت جاں ﷺ نے فرمایا۔ قربانی کا خون اس سے پہلے کہ زمین پر گرے، اللہ تعالیٰ کو قبول ہو جاتا ہے۔ پس تم قربانی کر کے اپنے دلوں کو خوش کرو۔

☆ روایت ہے کہ راحت جاں ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ قربانی کے جانور کے پاس کھڑی رہو۔ اس لئے کہ قربانی کے جانور کی گردن سے جب خون کا پہلا قطرہ گرے گا تو اس کے عوض تمہارے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس وقت یہ پڑھو۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین میری نماز، عبادت، زندگی اور موت سب اللہ کے لئے ہے جو ساری مخلوق کا پالنے والا ہے۔

☆ محبوب کریم ﷺ نے دو دنبوں کو ذبح کے لئے قبلہ رخ کیا اور فرمایا۔ ''میں متوجہ کرتا ہوں اپنے آپ (ﷺ) کو اس ذات کی طرف، جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو اس حال میں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں، ہاں اس ابراہیم علیہ السلام کے دین پر جو توحید کو ماننے والے تھے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں اور میری نماز اور میری قربانی اور تمام عبادتیں اور میری زندگی و موت صرف اللہ ہی کے لئے ہے جو دونوں جہانوں کا پروردگار ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! یہ قربانی تیری ہی عطا کی ہوئی ہے اور تیری ہی خوشنودی کے لئے ہے تو اس کو محمد ﷺ اور میری امت کی طرف سے قبول فرما۔ ساتھ نام اللہ کے اور اللہ بڑا ہے'' اس کے بعد ذبح کیا۔

☆ ترمذی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ دعا پڑھنے کے بعد آپ ﷺ نے دنبوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور کہا کہ اللہ کے نام پر اور اللہ بہت بڑا ہے۔ اے اللہ! قبول کر تو اس کو میری جانب سے اور میری امت کے اس شخص کی طرف سے جس نے قربانی نہیں کی۔

☆ قربانی ہر صاحب نصاب مقیم آزاد مسلمان پر واجب ہے۔ قربانی کا نصاب وہی ہے جو فطرانہ کا ہے یعنی ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ان کی مالیت کا مال، اس پر سال گزرنا ہرگز ضروری نہیں اگر کوئی مسلمان قربانی کے دنوں میں سے کسی دن اسقدر مالک ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔

☆ قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں۔ (۱) اونٹ (۲) گائے (۳) بکری، اس کی جتنی نوعیں ہیں اس میں داخل ہیں۔ نر اور مادہ خصی اور غیر خصی سب کا ایک حکم ہے یعنی سب کی قربانی ہو سکتی ہے۔ بھینس گائے میں شمار ہے۔ بھیڑ اور دنبہ، بکری میں داخل ہیں۔

☆ اونٹ کی عمر کم از کم پانچ سال، گائے کی دو سال اور بکری کی ایک سال ہونی چاہئے۔ اس سے اگر کم ہو تو قربانی جائز نہ ہوگی۔ عمر اگر زیادہ ہو تو افضل ہے لیکن دنبہ اور بھیڑ کا بچہ چھ ماہ کا جو دور سے دیکھنے سے سال بھر کا معلوم ہوتا ہے وہ بھی جائز ہے۔

☆ قربانی کے جانور کو عیب سے پاک ہونا چاہئے۔ سینگ اگر پیدائشی نہ ہوں تو قربانی جائز ہے لیکن اگر ہوں اور مینگ تک ٹوٹ جائیں تو ناجائز۔ اندھے اور جس جانور کی دم، کان یا چکی تیسرے حصہ سے زیادہ کٹی ہو، ناجائز ہے۔ جس کے دانت نہ ہوں یا تھن کٹے ہوئے ہیں یا خشک ہو چکے ہوں وہ بھی ناجائز ہیں۔ بکری وغیرہ کا ایک

تھن خشک ہونا اور گائے وغیرہ کے دو تھن خشک ہوں' ناجائز ہونے کے لئے کافی ہیں۔ اس طرح جس جانور کا ناک کٹا ہو یا علاج کے ذریعہ دودھ خشک کر دیا گیا ہو یا نر اور مادہ دونوں کی علامتیں رکھتا ہو یا صرف گندگی یا غلاظت پر گزارا کرتا ہو یا اس قدر لنگڑا ہو یا کمزور کہ قربان گاہ تک چل کر نہ جا سکے سب ناجائز ہیں۔

☆ گائے اور اونٹ میں سات قربانیاں ہیں لیکن شرکاء کے لئے ضروری ہے کہ سب کی نیت تقرب ہو۔ کس کا گوشت حاصل کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ تقرب ایک ہی قسم کا ہو مثلاً بعض کی نیت قربانی کی اور بعض کی عقیقہ ہو تو جائز ہے۔ ساتواں حصہ سے کسی شریک کا کم نہ ہونا چاہئے اگر ایسا ہو تو کسی کی بھی قربانی نہ ہوگی۔

☆ قربانی کا وقت دسویں ذوالحجہ طلوع صبح صادق سے بارہ ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن اور دو راتیں' ان راتوں میں بھی قربانی ہو سکتی ہے لیکن رات کو ذبح کرنا مکروہ ہے پہلا دن سب سے افضل ہے پھر دوسرا دن پھر تیسرا دن۔ شہر میں نماز عید سے قبل قربانی ناجائز ہے لیکن وہ دیہات جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی وہاں طلوع صبح صادق سے قربانی جائز ہے۔

☆ قربانی کا جانور بھوکا اور پیاسا ذبح نہ کیا جائے اور ایک دوسرے کے سامنے بھی ذبح نہ کیا جائے اور جانور کے سامنے چھری بھی تیز نہ کی جائے۔ قربانی کرتے وقت جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ اس کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔ اپنا دایاں قدم پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دیں۔ ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھیں۔ انی وجهت وجهی للذی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین وبذلك امرت وانا من المسلمین اللهم لك ومنك بسم الله الله اکبر۔

☆ قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اللهم تقبل منا کما تقبلت من خلیلك ابراهیم علیه السلام وحبیبك محمد صلی الله علیه وسلم اس طرح ذبح کرے کہ چاروں رگیں کٹ جائیں یا کم از کم تین رگیں کٹ جائیں۔ اس سے زیادہ کاٹیں تو یہ بے وجہ تکلیف ہے۔ جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے اس کے پاؤں کاٹیں نہ کھال اتاریں۔

☆ مشترکہ جانور ہو تو تخمینہ سے کام نہ چلائیں بلکہ وزن سے گوشت تقسیم کریں۔ پھر گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کریں۔ ایک حصہ فقراء پر تصرف کریں' ایک حصہ دوست واحباب کے ہاں ارسال کر دیں اور ایک حصہ خود استعمال کریں۔ اگر گھر کے افراد زیادہ ہوں تو تمام گوشت گھر رکھا جا سکتا ہے۔ قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لایا جا سکتا ہے اور کسی بھی نیک عمل میں بغیر کسی تخصیص و تعین کے استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن بطور اجرت کسی کو نہیں دیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سنت کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور خیر و برکت سے تمام امت محمدی ﷺ کو مالا مال فرما دے۔ ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کی معافی عطا فرمائے اور اسلام کو سربلندی نصیب فرمائے اور مسلمانان عالم میں اللہ کے دین کی خاطر اتحاد ہو اور اللہ کریم بطفیل محبوب کریم ﷺ ہم سب مسلمانوں کو راہ مستقیم پر چلائے۔ (آمین ثم آمین)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یوں عشق محبوب ﷺ مرا دم ساز ہوا ہے
لگتا ہے کہ اب عمر کا آغاز ہوا ہے

چیف آرگنائزر بزم عشاق

حضرت علامہ حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی کی عالمانہ، عارفانہ، عاشقانہ چند تحریریں

☆	وسیلہ محبوب ﷺ	☆	ادب و تعظیم محبوب ﷺ
☆	گریہ محبوب ﷺ	☆	نور الہدیٰ ﷺ
☆	عشق خیر الوری ﷺ	☆	عجب چیز ہے لذت آشنائی
☆	اطاعت محبوب ﷺ	☆	شمس الضحیٰ ﷺ
☆	شان غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ	☆	صاحب الجود والکرم ﷺ
☆	راحت دو جہاں ﷺ	☆	اسلام میں دل جوئی کا مقام
☆	لفظ ولی کا معنی و مفہوم	☆	اسلام میں دل شکنی جائز نہیں
☆	عقیدت کے پھول	☆	کیا وسیلہ سے مانگنا جائز ہے
☆	آئینہ جمال کبریاء ﷺ	☆	وسیلتنا فی الدارین ﷺ
☆	بنا کے مصور نے توڑا قلم	☆	جب بھی مانگو وسیلے سے مانگو
☆	محبت اور علامات محبت	☆	کون کہتا ہے وسیلہ سے مانگنا جائز نہیں
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد	☆	وبا لو الدین احسانا
☆	عشق است امام من	☆	آنچہ خوباں ہمہ دارند
☆	رحمت دو جہاں ﷺ	☆	اہل ایمان سلام کہتے ہیں؟
☆	پیکر حسن و جمال ﷺ	☆	اسمائے محبوب ﷺ

☆	فضائل رمضان وقرآن مجید	☆	انما المؤمنون اخوہ
☆	روزہ کے طبی فوائد	☆	خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ
☆	فضیلت علم اور صاحب علم	☆	محبت الٰہی کے ثمرات
☆	قرآن مجید ایک نعت مسلسل ہے	☆	نور بشر کی وضاحت
☆	ہر گل، ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور	☆	میرے مرشد لجپال
☆	عظمت مصطفیٰ ﷺ	☆	خطبات زماں (1 تا 12)
☆	امتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام	☆	مقالات زماں (1 تا 10)
☆	حقوق مصطفیٰ ﷺ	☆	مقالات عشق رسول ﷺ
☆	ورفعنالك ذكرك	☆	مقالات سیرت محبوب ﷺ
☆	سلطان دو جہاں ﷺ	☆	مقالات صورت محبوب ﷺ
☆	نسبت محبوب ﷺ	☆	محبت کی لازوال داستاں
☆	جان ایماں ﷺ	☆	مساوات محبوب ﷺ
☆	روح ایماں ﷺ	☆	شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات
☆	مسلمانوں کے حقوق		تم سے کیا محبت ہوگئی
☆	افضل الخلق ﷺ		جیسے میرے محبوب ہیں ایسا نہیں کوئی
☆	احسن الخلق ﷺ	☆	کھنچتی ہے کھال کٹتی ہے گردن
☆	اول الخلق ﷺ		عشق ہے تماشہ نہیں ہے
☆	پیکر نور ﷺ	☆	صبر حسین بھی ہے عشق
☆	تذکرہ حسن محبوب ﷺ		صدق خلیل بھی ہے عشق
☆	اسلام میں دوستی کا تصور	☆	دن تو تیرے ہی تصور میں گزر جاتا ہے
☆	علم کی فضیلت واہمیت قرآن و	☆	عارفانہ تقریریں

	حدیث کی روشنی میں	☆	پیام محبت
☆	اخلاق سے کام لو گر دل جیتنے ہیں	☆	وہ مصور کیسا ہو گا؟
☆	نظام مصطفیٰ ﷺ ہی میں امن و	☆	اہل دل
	سکوں ہے	☆	صحیفہ عشق
☆	جنت کے مالک	☆	عقل و عشق
☆	جہنم کا ایندھن	☆	عشق اور اہل عشق
☆	قلب سلیم	☆	ذوق زماں
☆	آداب محبت	☆	خیال زماں
☆	اسلاف کا جذبہ ایثار	☆	باب عشق
☆	اسلاف کا شوق علم	☆	داستان عشق
☆	اسلاف کا اخلاق	☆	شمع اور پروانے
☆	اسلاف کا عشق	☆	فضائل و مسائل نماز
☆	حقیقت عظمت	☆	نماز کے طبی فوائد
☆	حقیقت عشق (۱ تا ۴)	☆	نماز کے روحانی فوائد
☆	حقیقت انساں	☆	فضائل قرآن مجید
☆	عشق کی باتیں	☆	سوز محبت
☆	دیوان عشق	☆	اعزاز محبت
☆	بخشش کے بہانے	☆	حقیقی محبت
☆	عاشقانہ تقریریں	☆	حلاوت ایمان
☆	عالمانہ تقریریں	☆	حقیقت ایمان
☆	درس محبت	☆	دعوت فکر

☆	بیان عشق و محبت	☆	جنت اور اہل جنت
☆	مدارج عشق و محبت	☆	احترام سادات
☆	کرامات اولیاء	☆	دنیا میں جنت
☆	محبت و محبوبیت		میری پسند
☆	ماں کی عظمت	☆	روحانی حکایات
☆	محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے	☆	،گلدستہ حکایات
☆	علماء کا شرعی مقام اور معاشرتی حیثیت	☆	لو میرج کی شرعی حیثیت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عشق	☆	صوفیاء اور عشق
☆	علماء اور عشق	☆	شعراء اور عشق
☆	خواص اور عشق	☆	عوام اور عشق
☆	حلاوت ایمان	☆	سلطان دو جہاں ﷺ
☆	اعزازِ محبت	☆	مدارِج اہل علم
☆	عشق حقیقی و مجازی	☆	راہ رسمِ عشق و محبت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معیارِ ادب و محبت	☆	حسین محبوب ﷺ کا حسین تذکرہ
☆	تاجدار عشق	☆	زلفوں کے اسیر
☆	تجھ سا حسین کوئی نہیں	☆	جان کائنات ﷺ
☆	باعث تسکینِ دل و جان ﷺ	☆	عامل اور عملیات
☆	حُسن ایماں	☆	معجزات انبیاء علیہم السلام
☆	زندگی آمد برائے بندگی	☆	میرے محسن